غزہ پر اسرائیلی جارحیت کا تسلسل

ولید منصور ○

مسلسل گیارہ روز فلسطینی عوام پر آتش و آہن کی بارش کرنے اور غزہ کو موت کی وادی بنانے کی کوشش کے بعد اسرائیل پینترا بدل کر جنگ بندی کا اعلان کر چکا ہے۔ اسرائیل نے آبادی کے اعتبار سے دنیا کے گنجان ترین شہر غزہ کو خون میں نہلانے کے لیے کیوں چنا، اور عالمی رائے عامہ کو درخورِ اعتنا نہ سمجھنے کے بعد اسرائیل کو بالآخر خود ہی جنگ بندی کا اعلان کیوں کرنا پڑا؟ یہ وہ بنیادی سوال ہیں کہ جو اسرائیل میں تین برسوں کے دوران پانچویں انتخابی معرکے سے پہلے ہی غزہ کے نہتے شہریوں پر اسرائیل کی جانب سے مسلط کردہ جنگ کو سمجھنے میں مددگار ہو سکتے ہیں۔

لیکن ان دو سوالوں کے ساتھ ہی اس معاملے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اسرائیل نے غزہ پر حملے کے لیے ایک ایسے وقت کا انتخاب کیوں کیا، جب عالمی برادری پہلے سے جاری فوجی جارحیتوں سے بے زاری کا اظہار کر رہی ہے؟ ضروری ہے کہ ناجائز قبضے اور توسیع پسندیت کے حوالے سے اسرائیلی تاریخ پر نگاہ دوڑائی جائے۔

● **اسرائیلی توسیع پسندی کا پس منظر:** بیسویں صدی کے شروع میں برطانوی استعمار نے عربوں کے ساتھ فلسطین کے حوالے سے ایک عرب ریاست کے قیام کے وعدوں سے انحراف کرتے ہوئے ۲ نومبر ۱۹۱۷ء کو 'اعلان بالفور' جاری کیا۔ گویا 'اعلان بالفور' یہودیوں کے لیے ایک واضح اشارہ تھا کہ وہ فلسطین میں اپنی اقلیت کو اکثریت میں بدلنے کے لیے متحرک ہو جائیں تاکہ صہیونی ایجنڈے کے مطابق فلسطین میں ایک ناجائز یہودی ریاست کا قیام ممکن بنایا جا سکے۔

○ ایڈووکیٹ، لاہور ہائی کورٹ

برطانیہ کی جانب سے ’اعلان بالفور‘ ایک ایسے وقت میں سامنے آیا، جب فلسطین میں ۱۹۱۷ء میں یہودی کل آبادی کا صرف آٹھ فی صد تھے۔ یہودیوں نے ’اعلان بالفور‘ کے بعد مشرقی یورپ، روس اور جرمنی وغیرہ سے فلسطین کی طرف نقل مکانی شروع کر دی۔ یوں ۱۹۳۹ء میں فلسطین میں یہودی آبادی آٹھ فی صد سے بڑھ کر ۳۰ فی صد ہوگئی۔ ۱۴مئی ۱۹۴۸ء کو امریکا اور مغربی ممالک کے اسٹرے ٹیجک ملاپ سے جنم لینے والی ناجائز اسرائیلی ریاست کو فلسطین کا ۵۳ فی صد رقبہ دے دیا گیا، جب کہ اکثریتی آبادی کے حامل فلسطینی عوام کو صرف ۴۷ فی صد علاقے کا مالک تسلیم کیا گیا۔

ناجائز اسرائیلی ریاست نے صرف اسی پر بس نہ کیا اور عالمی سامراج کی سرپرستی حاصل ہونے کے نشے میں ۱۹۴۸ء میں ہی فلسطینیوں کے مزید ۲۱ فی صد علاقے پر فوجی طاقت سے قبضہ کرلیا اور ۸ لاکھ فلسطینیوں کو اپنے آبائی وطن سے بے دخل کر کے ہجرت پر مجبور کر دیا۔ اس وقت ۶۰ لاکھ فلسطینی مہاجرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اسرائیلی ناجائز ریاست کے توسیع پسندانہ حربے جاری رہے اور جون ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں مزید عرب علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ غزہ پر بھی ۱۹۶۷ء میں اسرائیلی قبضہ ہوگیا، جو اس نے بزورطاقت ۲۰۰۵ءتک جاری رکھا۔

● **بھیڑیے کا عذر لنگ**: اسرائیل کا کہنا ہے کہ ”غزہ پر جنگ، القسام بریگیڈ کے راکٹ حملے روکنے کے لیے مسلط کی گئی“۔ اس دعوے کی عذر لنگ سے زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ اسرائیل کے اس بہانے کو صرف اسرائیل کی اندھی حمایت کرنے والا امریکا یا اس کے حواری ہی سچ مان سکتے ہیں۔ کیونکہ تھوڑی سی فہم رکھنے والے ہر آزاد شہری یہ ضرور سوچ سکتا ہے کہ اسرائیل جن راکٹ حملوں کو اپنی طرف سے مسلط کردہ تباہ کن جنگ کا سبب قرار دے رہا ہے، کیا ان راکٹ حملوں نے اسرائیل کی فوجی تنصیبات، اداروں اور شہری آبادیوں کو ماضی میں غزہ پر مسلط کی جانے والی اسرائیلی جنگوں کے دوران، یا کم ازکم ۱۰مئی ۲۰۲۱ء کے بعد کیا ایسا کوئی نقصان پہنچایا ہے، جس طرح اسرائیل نے غزہ میں تعلیمی اداروں، ہسپتالوں، مساجد، میڈیا ہاؤسسز اور رفاہی اداروں کو تباہ کیا ہے۔

اسرائیل اور حماس کے درمیان فوجی قوت کا فرق یہ ہے کہ ایف سولہ طیارے، مہلک ڈرون، فاسفورس بم، جدید ٹینک اور توپ وتفنگ سب کچھ اسرائیل کے پاس ہے۔ مگر دوسری طرف زیر محاصرہ فاقہ کش اہل غزہ پر دہشت گردی کا الزام ہے۔ ناجائز ریاست کے باسی اور ناجائز

قبضوں کی تاریخ رکھنے والے صہیونی غزہ پر حملہ آور ہوئے، تو صرف امریکا کی ہٹ دھرمی ہی ان کی پشت پناہ بنی۔ اہلِ غزہ پر جارحیت کا الزام وہ ریاست لگا رہی تھی، جس کی پارلیمنٹ کی پیشانی پر توسیع پسندی ریاستی نصب العین کی صورت ان الفاظ میں نقش ہے۔ ترجمہ: ''اے وطن اسرائیل! تیری سرحدیں فرات سے نیل کے ساحل تک پھیلی ہوئی ہیں''۔

دنیا کا واحد ملک اسرائیل ہے، جس نے اپنی سرحدوں کو اقوام متحدہ کی قراردادوں یا نقشوں کے مطابق تسلیم نہیں کیا، بلکہ اس کا دعویٰ ہے کہ اسرائیلی حدود کی تکمیل تب ہوگی، جب اردن، شام، عراق، ایران، آدھا سعودی عرب اور ترکی و مصر کے کئی علاقے ریاست اسرائیل کے قبضے میں آئیں گے۔

کیا یہ مسلم ریاستوں کے خلاف 'اسرائیل اور اسرائیلی مداخلت کاروں' کی کھلی جارحیت اور دہشت گردی کا ایجنڈا نہیں ہے؟ اور کیا نصف درجن سے زائد مسلم ریاستوں کو ہڑپ کرنے اور جارحانہ عزائم رکھنے والے اسرائیل کے لیے غزہ کی تھوڑی سی پٹی کی نیم، خودمختاری اور ظالمانہ پابندیوں سے بندھی نام نہاد 'آزادی' بھی قابلِ قبول نہیں ہے؟ خصوصاً جہاں پر حماس جیسی مضبوط، منظم اور فلسطینیوں کے حق خودارادیت کے لیے لڑ مر جانے والی سیاسی قوت بھی موجود ہو۔ اسرائیل نے ۱۵ برسوں سے اس کی ناکہ بندی کر رکھی ہے اور اس پر تین جنگیں بھی مسلط کی جا چکی ہیں۔

●**حماس کو کچلنے کا ہدف:** ۲۰۰۵ء میں اسرائیل کو غزہ کا قبضہ ایک معاہدے کے تحت چھوڑنا پڑا۔ اسرائیلی قبضے کے خاتمے کے صرف ایک سال بعد فلسطین میں ہونے والے عام انتخابات میں حماس نے جمہوری طریقے سے 'الفتح' کو شکست دے دی اور غزہ حماس کے سیاسی گڑھ کے طور پر سامنے آیا۔ فلسطینی مجلس قانون ساز کی ۱۳۲ نشستوں میں سے ۷۴ نشستیں حماس نے جیت کر فلسطین کی سب سے بڑی جمہوری اور پارلیمانی جماعت کا اعزاز حاصل کیا۔ اسرائیل، امریکا اور برطانیہ نے حماس کے حق میں جمہور کے فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ البتہ 'الفتح' تنظیم نے عوامی غیظ و غضب کے خوف سے عوامی فیصلے کو وقتی طور پر تسلیم کر لیا، لیکن حماس کے خلاف سازشیں شروع کر دیں، اور دوسری طرف حماس سے تعلق رکھنے والے مجلس قانون ساز کے اسپیکر ڈاکٹر عزیز دویک سمیت ۴۲ منتخب ارکان کو جیلوں میں قید کر کے حماس کی حکومت ختم کر دی گئی۔ تاہم، غزہ میں حماس کی عوامی حمایت 'الفتح' کے لیے ایک چیلنج رہی۔ اسی لیے غزہ میں حماس کی عمل داری

ختم نہ کی جاسکی۔ یہ صورت حال اسرائیل اور 'فتح' دونوں کے لیے قابل قبول نہ تھی۔ ۲۰۰۸ء اور ۲۰۰۹ء میں غزہ پر جو جنگ مسلط کی گئی، اس کا سیاسی پس منظر، ریکارڈ کی درستی کے لیے بیان کرنا ضروری ہے۔

محمود عباس کی مدت صدارت ۹ جنوری ۲۰۰۹ء کو ختم ہونے کے بعد حماس اپنی سیاسی طاقت استعمال کرتے ہوئے جیل میں قید سپیکر ڈاکٹر عزیز دویک کو قائم مقام صدر بنانے کا آئینی مطالبہ کرسکتی تھی اور فلسطینی آئین کے مطابق نئے صدارتی انتخاب کی راہ ہموار ہوسکتی تھی۔ مگر یہ بات 'الفتح' کے لیے قابلِ قبول نہ تھی۔ اس صورتِ حال کو اسرائیل نے غزہ پر ۲۰۰۸ء کے اواخر میں کھلی جنگ مسلط کر کے دنیا کے ذہن سے محو کرنے کی کوشش کی۔ بعد ازاں ۲۰۱۲ء اور ۲۰۱۴ء میں غزہ کے خلاف کی جانے والی جارحیت کا بھی کچھ ایسا ہی پس منظر رہا ہے۔

● **اسرائیلی جارحیت:** زیرمحاصرہ اور فاقہ زدہ اہل غزہ کے خلاف گیارہ دنوں تک جاری رہنے والی اسرائیل کی حالیہ اندھی اور عریاں جارحیت کا ہدف غزہ کے اندر شہری زندگی کے بنیادی ڈھانچے کا خاتمہ، حماس کی تنظیم اور عوامی حکومت کو کمزور کرنا اور اہل غزہ کو نفسیاتی اعتبار سے شکست وریخت میں مبتلا کرنا تھا۔ اسی مقصد کے لیے اسرائیل نے اپنی فوجی طاقت کا بھرپور استعمال کیا۔

اسرائیلی ایف سولہ طیاروں سے شروع کی گئی بمباری نے عام آبادیوں کو ہدف بنایا جس کے نتیجے میں غزہ میں ۶۵ بچوں اور ۳۹ خواتین سمیت ۲۳۲ فلسطینی شہید اور ۱۹۱۰ زخمی ہوئے۔ زخمیوں میں ۵۶۰ بچے اور ۳۸۰ خواتین شامل ہیں، جب کہ ۹۱ معمر فلسطینی بھی زخموں سے چور ہیں۔ اس کے مقابلے میں غزہ میں حماس کے راکٹ حملوں میں صرف ۱۲ صہیونی ہلاک اور ۳۳۵ زخمی ہوئے۔

'اقوام متحدہ کی ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی' (UNRWA) کے مطابق اسرائیلی بمباری سے غزہ میں کروڑوں ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔ ۷۵ ہزار فلسطینی بے گھر ہو کر کھلے آسمان تلے زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ان میں سے ۲۸ ہزار ۷۰۰ فلسطینی UNRWA کے اسکولوں میں عارضی طور پر قیام پذیر ہیں۔ غزہ کی پٹی پر اسرائیلی بمباری سے صنعتی سیکٹر کو ۴۰ ملین ڈالر کا نقصان پہنچا ہے، جب کہ توانائی کے شعبے کو ۲۲ ملین ڈالر، زراعت کو ۲۷ ملین ڈالر کا نقصان پہنچا ہے۔ حملوں میں ۴۰ تعلیمی ادارے جن میں سکول اور یونی ورسٹیاں، کووڈ-۱۹ کی واحد لیب تک شامل تھی تباہ کر ڈالے گئے۔ شہر کے بڑے ہسپتالوں کو نشانہ بنایا گیا۔

ایک ایسے ماحول میں جب امریکا اور اقوام متحدہ نام نہاد بین المذاہب ہم آہنگی کا علَم اٹھائے ہوئے ہیں، اسرائیل نے غزہ کی متعدد مساجد شہید کر دیں۔ خوراک کے ایسے گودام جو اقوام متحدہ کے زیر انتظام تھے اور اقوام متحدہ کے ریلیف اینڈ ورکس ادارے (UNRWA) کے دفاتر بھی اسرائیل نے تباہ کر دیے، حتیٰ کہ شہر کے اندر کی سڑکیں اور پل تک تباہ کر دیے گئے۔ گویا اسرائیل نے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا تہیہ کر رکھا تھا اور اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

●**اسرائیلی جنگ بندی یا پسپائی:** اگرچہ امریکا کی کوشش رہی کہ نہتے فلسطینیوں کے خلاف تینوں مسلح افواج کو جارحانہ استعمال کرنے والے اسرائیل کے خلاف سلامتی کونسل سے کوئی قرارداد منظور نہ ہونے پائے اور اگر قرارداد کی منظوری اشک شوئی کے حوالے سے ضروری ہو جائے تو ٹال مٹول سے اتنا وقت ضرور گزر چکا ہو کہ اسرائیل غزہ کو تباہ کرنے کا ہدف پورا کر لے۔

دو ہفتے ضائع کرنے کے بعد سلامتی کونسل ایک لولی لنگڑی قرارداد لائی تو امریکا نے اپنے دامن پر اسرائیلی جارحیت کی مذمت کا دھبہ نہ لگنے دیا۔ سلامتی کونسل میں قرارداد تو عملاً اقوام متحدہ کی بے اثری اور دوہرے معیار کے اسی سرد خانے کی نذر ہو چکی ہے، جس میں پہلے بھی شرق اوسط کے بارے میں اسی نوع کی اور بہت سی قراردادیں پڑی گل سڑ رہی ہیں۔

عالمی رائے عامہ، جسے جمہور کی آواز کہنا چاہیے، امریکی جارحیت کے بعد اب کی بار اسرائیلی جارحیت کے مقابل سامنے آئی۔ جمہور کی یہ عالمی آواز، عالمی طاقتوں کے سنگ دلانہ رویے اور دوہرے معیار سے بیزاری بھی ہے۔ گویا یہ علَم بغاوت ہے، جو ننھے بچوں، خواتین، وکلا، صحافیوں سمیت زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں نے تھام رکھا ہے۔

اسی کی بدولت اسرائیل ایسی سرکش اور 'روگ اسٹیٹ' کو بالآخر خود جنگ بندی کا اعلان کرنا پڑا۔ اگرچہ یہ اعلان جنگ بندی اس وقت تک محض ایک ڈھونگ رہے گا، جب تک اسرائیل کی فوج غزہ اور اہل غزہ کی ناکہ بندی جاری رکھتی ہے۔ اس صورت حال میں حماس نے بجا طور پر راکٹ فائر نہ کرنے کو اس بات سے مشروط کرتے ہوئے اسرائیل کو انتباہ کیا ہے کہ الشیخ جراح کالونی اور مسجد اقصیٰ میں اسرائیلی افراط و تفریط ہوئی تو ہم کسی بھی جنگ بندی معاہدے کے پابند نہیں ہوں گے۔

بلاشبہہ اسرائیلی طیاروں، ٹینکوں اور توپوں نے غزہ کو تباہی سے دوچار کیا، لیکن جس حالت

میں اسرائیلی فوج کو واپس جانا پڑا ہے، اس کے پاس ایسا کوئی تمغہ نہیں ہے جسے وہ حماس کو کمزور کرنے، ختم کرنے کے حوالے سے اپنے سینے پر سجا سکے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسرائیلی حکومت، اسرائیلی فوج کے جنگی جرائم پر پردہ ڈالنے کے لیے اب دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور ہو رہی ہے۔

اس میں دو رائیں نہیں کہ سوشل میڈیا اور شہری صحافت کے توسط سے غزہ کے شہریوں پر فاسفورس بموں سے حملوں کے مناظر سامنے آنے کے بعد، اسرائیلی فوج کا تشخص 'روگ آرمی' اور خود اسرائیل کا تعارف ایک 'روگ سٹیٹ' کے طور پر سامنے آیا ہے۔ خصوصاً اسرائیل فوج کی بمباری سے جس طرح معصوم بچوں کے لاشے غزہ کی گلیوں اور ملبے تلے تڑپتے رہے، ہسپتال، تعلیمی ادارے ملبے کا ڈھیر بنتے رہے اور اسرائیلی فوج شہدا کی نماز جنازہ پر ہی نہیں قبرستانوں پر بھی بمباری کرتی رہی۔ ان میں اکثر مناظر تصویروں اور ویڈیو فوٹیج کے ذریعے دُنیا بھر میں دیکھے گئے۔

یہ سفاکانہ بم باری جنیوا کنونشن کی ایسی خلاف ورزیاں ہیں جو اسرائیلی فوجیوں پر جنگی جرائم کے مقدمات کا باعث بن سکتی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو اپنے خلاف کرپشن مقدمات سے بریت کے جو خواب دیکھ رہے ہیں، غزہ میں بہائے جانے والے خون کو اقتدار کی اگلی منزل تک پہنچنے کے لیے کیسے استعمال کرتے ہیں؟ تاہم، یہ بات طے ہے کہ اسرائیل نے اقوامِ متحدہ کی قرارداد مسترد کر کے بعد میں خود ہی جنگ بندی کا اعلان کر کے سو پیاز اور سو جوتوں والی روایت کو برقرار رکھا ہے۔

•**بے مقصد جنگ میں اسرائیل کی اخلاقی شکست:** ہم اس مختصر مضمون کے اختتام پر تاریخ کی ایک اہم گواہی پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں، اور وہ ۱۸ جنوری کے ۲۰۰۹ء کے اخبار گارڈین، لندن کا اداریہ ہے جس کا عنوان ہے: ''ایک بے مقصد جنگ میں اسرائیل کی اخلاقی شکست''۔

اس ادارتی نوٹ میں اخبار نے جو نکات ۲۰۰۹ء میں بیان کیے تھے، آج ۲۰۲۱ء یعنی ساڑھے بارہ برس بعد بھی ایسے کا دُہرانا ثابت ہو رہے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے: تاریخی طور پر اسرائیل کی غزہ میں حماس کے خلاف جارحیت کو تنازع کے دیرینہ بیانیے اور خطے میں پائی جانے والی باہمی ناانصافیوں اور ناہمواریوں سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

جغرافیائی پہلو سے بات کی جائے تو ایک مختصر قطع اراضی کے خلاف جنگ کو دوسرے ممالک؛

جیسے شام، مصر، امریکا اور ایران وغیرہ کی وسیع تر شرکت اور تزویراتی مفادات سے الگ تھلگ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ حقیقت خود ہی اس امر کی وضاحت کر دیتی ہے کہ یہ آپریشن اسرائیل کی شکست کا کیوں غماز ہے؟ کیونکہ ہمیشہ ایسا ہی نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے۔ یہ نعرہ تو اسرائیلی سیاست دانوں کا ایک مستقل مخمصہ ہے کہ ''اس ملک (اسرائیل) کی سلامتی سے متعلق مسائل کو طاقت کے بے مہابا استعمال کے ذریعے یک طرفہ طور پر حل کیا جاسکتا ہے''۔ اس معاملے میں جنوبی اسرائیل کی جانب حماس کے راکٹ حملوں کا حل یہ نکالا گیا کہ حماس کے خلاف جنگ مسلط کر دی جائے۔ اسرائیلیوں نے اس ضمن میں وسیع تر انسانی پہلو کو ملحوظ نہیں رکھا کہ ایک گنجان آباد غزہ میں حماس کے خلاف ایک مکمل جنگ کا لازمی نتیجہ شہری آبادی کے خلاف ایک حملہ ہی متصور ہوگا۔

اسرائیل کی اگر اپنی ہی شرائط کی بات کی جائے تو اس کی یہ مہم ناکامی سے دوچار ہوئی ہے۔ اسرائیلی حکام اب اس بات پر اصرار کر سکتے ہیں کہ انھوں نے حماس کی راکٹ حملوں کی صلاحیت کو محدود کر دیا ہے لیکن اس جنگ کا بظاہر مقصد تو یہ بتایا گیا تھا کہ حماس کی راکٹ داغنے کی صلاحیت کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا جائے گا۔

اسرائیل کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اس کی اس جنگی مہم جوئی نے بہت سے عرب دارالحکومتوں میں حماس کے لیے ناکافی حمایت کو بھی بے نقاب کر دیا ہے۔ غزہ میں حماس کی پوزیشن کو نقصان پہنچایا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بلاامتیاز [اسرائیل کی] سفاکانہ فوجی جارحیت نے حماس کے اسرائیلی قبضے کے خلاف فلسطینی مزاحمتی حیثیت کو ایک اہم اور ترجیحی کردار کے طور پر اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔

''نیز اسرائیلی فورسز نے جس طرح فلسطینی شہریوں کے زندگیوں کے بارے غیرمعمولی بے رحمی کا مظاہرہ کیا ہے، ان کے خلاف فوجی طاقت کا بے دریغ استعمال کیا ہے اور اس کے خلاف جو عالمی ردعمل آیا ہے.... جیسا کہ اخبار آبزرور نے رپورٹ کیا ہے کہ اسرائیل کے خلاف جنگی جرائم کی فردِ جُرم عاید کی جاسکتی ہے۔ جنگی جرائم کے ایسے تمام الزامات کی آزادانہ تحقیقات ہونی چاہییں''۔

۲۰۰۹ء میں اخبار گارڈین کے اس اداریے کو مئی ۲۰۲۱ء میں پڑھیں تو یوں لگتا ہے وقت تھم گیا ہے اور ظلم اسی طرح وحشت بار ہے!